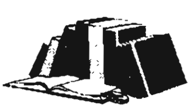

تفسیر و تاویل قرآن

(قسط اول)

مجلس تفسیر القرآن

(اخوت اکادمی)

مقدمہ

اس میں شک نہیں کہ ہر چیز کی ایک اساس ہوتی ہے اور اسلام کی اساس قرآن مجید ہے ۔ اس بات پر سب مسلمان متفق ہیں کہ یہ الٰہی کتاب ہر قسم کی غلطی، خطا اور تحریف سے محفوظ ہے ۔ یہ وہ کتاب ہے جس نے ہمارے خالق و مالک کو ہمیں پہچنوایا ہے اور ہدف تخلیق کو واضح کر کے انسانی زندگی کو بامقصد بنانے کا راستہ دکھایا ہے یہ ایسی حکمت عملی پر مشتمل ہے کہ جن پر عمل انسان کی دنیا و آخرت کی سعادت کا ضامن ہے اگر اس کی تفسیر و تاویل اور تعلیمات کے بنیادی خطوط پر اتفاق ہو جائے تو یہ معاشرے کی تعمیر و ترقی میں بنیادی کردار ادا کر سکتی ہے ۔

چونکہ اس آسمانی کتاب کی تفسیر و تاویل کے حوالے سے بہت اہم و اساسی سوالات موجود ہیں اور ضروری ہے کہ ان کے علمی و تحقیقی جوابات سامنے آئیں اور حقیقت مطلب کو تلاش کیا جائے ۔

ہم نے اسی پس منظر میں اس موضوع کا جائزہ لیا ہے اور بغیر کسی تفریق کے تمام مکاتب کے اہل علم و فضل حضرات کی آراء و افکار سے استفادہ کیا ہے اور موضوع کو کھنگالنے کے لیے ادبی حوالے سے بھی نظر کی ہے ۔ مسئلے کے تاریخی پہلو کو بھی دیکھا ہے روائی توضیحات کے علاوہ قرآنی تعلیمات کے مجموعی تاثر کی روشنی میں دیگر پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے ۔

تفسیر کے لغوی معانی

تفسیر کا مادہ " فسر " ہے اور اس سے مشتق تمام الفاظ " توضیح اور روشن کرنے " کے معنی میں ہیں " فسر الامر " یعنی کسی معاملے کی وضاحت کرنا " فسر الشی بینه و اوضحه " (۱) " فسر " پردہ ہٹانے کو

بھی کہتے ہیں " الفسر کشف المغطی و التفسیر کشف المراد عن اللفظ المشکل " (۲) ۔ اس کے قریب ایک لفظ " سفر " ہے وہ بھی کشف اور ظاہر ہونے کے معنی میں ہے " اسفر الصبح " صبح روشن ہوئی " اسفرت المراۃ عن وجھھا " یعنی عورت نے اپنے چہرے سے پردہ اٹھایا ۔ (۳) مجمع البحرین میں ہے ۔ **التفسیر ھو کشف معنی اللفظ و اظھارہ** یعنی تفسیر معنی معلوم کرنے اور اسے ظاہر کرنے کو کہتے ہیں ۔

تفسیر کے اصطلاحی معانی

تفسیر قرآن کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں علماء سے مختلف عبارتیں نقل ہوئی ہیں ۔ ذیل میں ہم ان میں سے چند ایک کو نقل کرتے ہیں ۔

(i) امام رازی کہتے ہیں :

و ھوما یبحث فیہ عن مراد اللّٰہ تعالٰی من قرآنہ المجید

ایسا علم ہے جس میں قرآن مجید میں موجود خدا کے مقصود و مراد سے بحث کی جاتی ہے۔

علامہ تفتازانی کہتے ہیں :

(ii) **و ھو العلم الباحث عن احوال الفاظ کلام اللّٰہ من حیث الدلالۃ علی مراد اللّٰہ تعالٰی**

ایسا علم ہے جو کلام اللہ کے الفاظ کے حالات سے بحث کرتا ہے اس حیثیت سے کہ یہ الفاظ اللہ تعالٰی کے مراد و مقصود پر کس طرح دلالت کرتے ہیں

جناب ابوحیان اندلسی، صاحب بحرالمحیط کی رائے ہے :

(iii) **و ھو علم یبحث عن کیفیۃ النطق بالفاظ القرآن و مدلولاتھا و احکامھا الافرادیۃ و الترکیبیۃ و معانیھا التی یحمل علیھا حالۃ الترکیب**

وہ ایسا علم ہے جو الفاظ قرآن کی کیفیت نطق، ان کی دلالت، ان کے انفرادی وترکیبی احکام اور ان کے معانی سے بحث کرتا ہے جو انکی حالت ترکیبی سے پیدا ہوتے ہیں ۔

علامہ زرکشی کہتے ہیں :

(iv) **ھو علم یفھم بہ کتاب اللّٰہ المنزل علی نبیہ محمد ﷺ و بیان معانیہ و استخراج احکامہ و حکمہ و استمداد ذالک من علم اللغۃ و النحو و التصریف و البیان و احوال الفقہ و القرآت و یحتاج الی معرفۃ اسباب النزول و الناسخ و المنسوخ**

وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعے اللہ کی کتاب جو نبیؐ پر نازل ہوئی، کو سمجھنے، اس کے

معانی سمجھنے اور اس میں سے حکم و احکام کے استخراج کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اس مقصد کے لئے علم لغت، نحو، تصریف، بیان، فقہ، قرات، سے مدد لینا پڑتی ہے اور اسباب نزول ناسخ و منسوخ کی معرفت کی ضرورت ہوتی ہے ۔

علامہ طباطبائی کا نظریہ ہے:

(۷) **ھو بیان معانی الایات القرآنیة و الکشف عن مقاصد ھا و مد الیلھا**

یہ آیات قرآن کے معانی کے بیان اور ان کے مقاصد اور مدالیل کے کشف کا علم ہے۔

قرآن میں لفظ "تفسیر"

قرآن مجید میں لفظ تفسیر صرف ذیل کی آیت میں استعمال ہوا ہے ۔

"وَ لَا یَاْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِیْراً (۴)

یعنی -- اور وہ آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز نہیں لاتے مگر یہ کہ ہم حقیقت آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور بہترین وضاحت و تشریح کے ساتھ ۔

اس آیہ مبارکہ میں لفظ "تفسیر" بہترین وضاحت اور روشن حقیقت کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔

تفسیر قرآن کے بارے میں عبارات علماء اور خود کلمہ "تفسیر" کے معانی پر غور کرتے ہوئے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ "قرآنی آیات کے معانی و مراد واضح کرنے کی کوشش کا نام تفسیر ہے" ۔

تاہم لغت، قرآن اور کلمات علماء میں کلمہ تفسیر بظاہر ایک ہی مفہوم پر دلالت کرتا ہے لہذا لغوی اور اصطلاحی معانی میں تطابق پایا جاتا ہے بلکہ شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ علماء نے یہاں کے اس کلمے کو بطور اصطلاح استعمال نہیں کیا نیز یہ بحث کہ تفسیر قرآن کے لیے کن کن امور کی ضرورت ہے تعیین مفہوم تفسیر کے مرحلے سے مربوط نہیں ۔

تاویل کے لغوی معانی

تاویل باب تفعیل کا مصدر ہے اس کا مادہ "آل یوول" سے "اول" ہے جس کے معنی "کسی چیز کو پلٹانا" یا کسی کام یا بات کو اس کے آخری مقصد تک پہنچانا" ہیں۔ اسی وجہ سے جائے بازگشت کو "موئل" کہا جاتا ہے ۔ (۵)

تاویل کے اصطلاحی معانی

تاویل کے اصطلاحی معانی کے بارے میں مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔

شیخ طوسی اور سید رضی اور دیگر تمام متقدمین نے تاویل کو تفسیر کے مترادف اور ہم معنی قرار دیا ہے ۔ جبکہ بیشتر متاخرین نے اسے "خلاف ظاہر معنی" سے تعبیر کیا ہے ۔ (۶) (یہ دوسرا معنی اتنا مشہور

ہوا ہے کہ یہ اس لفظ کے لیے حقیقت بن گیا ہے یہی وجہ ہے کہ کہا جاتا ہے فلاں بات یا حدیث اتنی صریح ہے کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں)۔

علوم قرآن اور تفاسیر قرآن کے جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک تاویل کا لفظ تفسیر کے ہی معنی میں استعمال ہوتا تھا یعنی یہ دو لفظ باہم مترادف تھے چنانچہ ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۶) کی کتاب "تاویل مشکل القرآن" اور شیخ ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی (متوفی ۳۳۳) کی کتاب " تاویل القرآن " میں تاویل کا لفظ تفسیر کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ بعد میں جب علوم قرآن کی باقاعدہ ترتیب و تدوین ہوئی تو تفسیر و تاویل کے اصطلاحی معانی میں فرق کیا جانے لگا ۔ یہاں تک کہ ابن حبیب ایسے لوگوں کو مفسر ماننے کے لیے تیار نہیں جنہیں تاویل و تفسیر کے درمیان فرق معلوم نہ ہو ۔ وہ کہتے ہیں " ہمارے زمانے میں ایسے مفسر پیدا ہوگئے ہیں کہ اگر ان سے تفسیر و تاویل کے درمیان فرق پوچھا جائے تو وہ اس کا جواب نہیں دے پاتے "۔

تاویل کے بارے میں مذکورہ اقوال کے علاوہ بھی بہت سے اقوال پائے جاتے ہیں ۔ علامہ طباطبائی نے اس سلسلے میں کل گیارہ اقوال ذکر کیے ہیں جن پر جرح وبحث کے بعد وہ فرماتے ہیں ۔

"ان الحق فی تفسیر التاویل انه الحقیقه الواقعیة التی تستند الیها البیانات القرآنیه من حکم او مواعظة او حکمة و انه موجود لجمیع الایات القرآنیه محکمها و متشابها و انه لیس من قبیل المفاهیم المدلول علیها بالالفاظ بل هی من الامور العینیة المتعالیة من ان یحیط بها شبکات الالفاظ ۔ (۷)

تاویل کی تشریح و تفسیرمیں حق مطلب یہ ہے کہ یہ ایسی سچی حقیقت ہے جو موعظة اور حکمة جیسے قرآنی بیانات کے لیے سند کا درجہ رکھتی ہے اور یہ بات تمام آیات قرآنی وہ محکم ہوں یا متشابہ سب میں موجود ہے یہ مفاہیم کی طرح نہیں جن پر الفاظ دلالت کرتے ہیں بلکہ یہ ان عینی اور متعالی امور میں سے ہے جس کو الفاظ کے جال نے گھیرے میں لے رکھا ہو ۔

فیض کاشانی نے تفسیر صافی میں تاویل کے بارے میں اسی سے ملتا جلتا نظریہ پیش کیا ہے ۔ ان کی عبارات کے چند جملے یہ ہیں ۔

" ... فکل ما لا یحتمل فهمک فان القرآن یلقیه الیک علی الوجه الذی کنت فی النوم مطالعاً بروحک للوح المحفوظ لیتمثل لک بمثال مناسب ذالک یحتاج الی التعبیر فالتاویل یجری مجری التعبیر فالمفسر یدور علی القشر و لما کان الناس انما یتکلمون علی قدر عقولهم و مقاماتهم فما یخاطب به الکل یجب ان یکون للکل فیه نصیب

فالقشرية من الظاهريين لا يدركون الا المعانى القشرية .... اما روحها و سرها و حقيقتها فلا يدرك الا اولوا الباب و هم الراسخون فى العلم " (۸)

پس ہر وہ چیز جو تمہاری فہم میں نہ سما سکے اسے قرآن تم پر یوں القاء کرتا ہے گویا تم اپنی روح کے ذریعے عالم خواب میں لوح محفوظ کا مطالعہ کر رہے ہو تاکہ تمہارے لئے ایک مناسب صورت متشکل ہو جائے اب اس کے لئے تعبیر کی ضرورت ہے۔ پس تاویل سے مراد تعبیر ہی ہے۔ پس مفسر جلد کے گرد گھومتا ہے۔ جبکہ انسانوں سے ان کی عقل اور حیثیت کے مطابق کلام کیا جاتا ہے اور ایک ایسا کلام جس کے ذریعے سب سے مخاطب کرنا مقصود ہو تو ضروری ہے کہ وہ ایسا کلام ہو کہ ہر کسی کو اس سے کچھ مل جائے لہٰذا جلد کو ظاہری طور پر دیکھنے والے ظاہری معانی کے علاوہ اس سے کچھ سمجھ نہیں پاتے۔ البتہ روح مطلب اور ان کا راز اور حقیقت' اسے فقط صاحبان بصیرت ہی سمجھتے ہیں اور وہی راسخون فی العلم ہیں۔

ان کا مطلب یہ ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک تاویل تفسیر سے بڑھ کر ایک حقیقت کا نام ہے تاہم تاویل تفسیر کے مقابل یا منافی کسی چیز کا نام نہیں ۔

قرآن مجید میں لفظ " تاویل "

لفظ " تاویل " قرآن مجید کی آیات میں سترہ دفعہ استعمال ہوا ہے ۔

(i) **فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَاءَ تَاوِيلِهِ وَ مَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ... (۹) ۔**

وہ انہیں آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو متشابہ ہیں تاکہ فساد برپا کریں اور اس خیال سے کہ انھیں اپنے مطلب پر ڈھالیں حالانکہ خدا اور ان لوگوں کے علاوہ جو علم میں بڑے مرتبے پر فائز ہیں' ان کا اصل مطلب کوئی نہیں جانتا ۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَاوِيلَهُ

کیا یہ لوگ بس صرف انجام (قیامت ہی) کے منتظر ہیں (۱۰)

(iii) **يَوْمَ يَاتِي تَاوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ (۱۱)**

جس دن اس کے انجام کا (وقت) آجائے گا تو جو لوگ اس کو پہلے بھولے بیٹھے تھے ۔

(iv) **بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَ لَمَّا يَاتِهِم تَاوِيلُهُ (۱۲) ۔**

بلکہ جس کے جاننے پر ان کا دسترس نہ ہو اس کو جھٹلانے لگے حالانکہ ابھی تک ان کے ذہن میں اسکے معانی نہیں آئے۔

(v) **وَ كَذَالِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاوِيلِ الْاحَادِيثِ (۱۳)**

(اور جو تم نے دیکھا ہے) ایسا ہی ہوگا کہ تمہارا پروردگار تم کو برگزیدہ کردے گا اور تمہیں خوابوں کی تاویل سکھائے گا۔

(vi) ذَالِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاوِیلاً (۱۴)

یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور انجام کی راہ سے بہت اچھا ہے۔

مذکورہ آیات میں لفظ تاویل درج ذیل معانی میں استعمال ہوا ہے۔

الف -- کسی چیز کی کنہ حقیقت کی وضاحت۔

ب -- کسی کام میں پوشیدہ اسرار و رموز کا بیان۔

ج -- تعبیر خواب (یاد رہے کہ سورہ یوسف میں لفظ تاویل آٹھ بار استعمال ہوا ہے جو تعبیر خواب کے معنی میں ہے اس سے بھی "حقیقت" خواب مراد ہے)۔

روایات میں لفظ تاویل

(i) قال رسول اللہ ﷺ:

" یا علی تعلم الناس تاویل القرآن بما لا یعلمون فقال علی ما ابلغ رسالتک بعدک یا رسول اللّٰہ فقال تخبر الناس بما یشکل علیھم من تاویل القرآن " (۱۵)

رسول اللہؐ نے فرمایا: اے علی! لوگ قرآن کی تاویل ایسی چیز سے کرنا چاہتے ہیں جس کے بارے میں وہ بے خبر ہیں۔ حضرت علی نے عرض کیا پس یا رسول اللہ ﷺ آپ کے بعد آپ کی رسالت کا بلیغ تر انداز کیا ہوسکتا ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا تاویل قرآن میں سے جو لوگوں کے لیے مشکل ہو آپ ان کو اس سے آگاہ فرمائیں۔

حضرت علی نے کہا یا رسول اللہؐ میں آپ کے بعد آپ کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں گا۔

فرمایا! لوگوں کو خبر دو ان مشکلات کی جو انہیں تاویل قرآن میں پیش آتی ہیں۔

(ii) **قال ﷺ فی فارس**

" ضربتموھم علی تنزیلہ و لا تنقضی الدنیا حتٰی یضربوکم علی تاویلہ (۱۶)"

رسول اکرم ﷺ نے اہل فارس کے بارے میں فرمایا "تم نے انہیں قرآن کی تنزیل مثالیں دے کربیان کیا اور دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک وہ قرآن کی تاویل تمہارے سامنے پیش نہ کردیں"۔

(iii) **قال رسول اللّٰہ ﷺ**

"ان فیکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ "(۱۷)

بے شک تم میں وہ ہے جو تاویل قرآن کے لیے یوں جنگ کرے گا جیسے میں نے تنزیل قرآن کے لیے جنگ کی ہے۔

(iv) قال جعفر الصادقؑ

"ان اللّٰہ علم نبیہ التنزیل و التاویل فعلمہ رسول اللّٰہ علیا ثم قال و علمنا و اللّٰہ " (۱۸)

امام صادق نے فرمایا۔ بے شک اللہ نے اپنے نبی کو تنزیل اور تاویل کا علم دیااور رسول اللہ نے علی کو تعلیم دیا پھر فرمایا اور اللہ کی قسم ہمیں (بھی) تعلیم فرمایا۔

(v) فی حدیث، قال الرضا لا بن الجھم

"اتق اللّٰہ و لا تؤول کتاب اللّٰہ برایک فان اللّٰہ یقول و لا یعلم تاویلہ الا اللّٰہ و الراسخون فی العلم "(۱۹)

ایک حدیث میں امام رضا نے فرمایا تقویٰ اختیار کرو اور اپنی رائے سے کتاب اللہ کی تاویل نہ کرو کیونکہ اللہ فرماتا ہے اسکی تاویل سوائے اللہ اور راسخون فی العلم کے کوئی نہیں جانتا۔

(vi) قال ابو عبداللّٰہ فی رسالتہ

" ... و ایاک بتلاوۃ القرآن برایک فان الناس غیر مشترکین فی علمہ کاشترا کھم فیما سواہ من الامور و لا قادرین علی تاویلہ الا من حدہ و بابہ الذین جعلہ اللّٰہ لھم " (۲۰)

امام صادقؑ نے اپنی ایک تحریر میں فرمایا، اپنی رائے سے قرآن کی تاویل کرنے سے بچو کیونکہ لوگ اپنے علم میں ایک جیسے نہیں ہیں جیسا کہ وہ باقی امور میں ایک جیسے ہیں اور نہ ہی وہ قرآن کی تاویل پر قدرت رکھتے ہیں سوائے ان حدود یا راستے کے جو ان کے لیے اللہ نے قرار دیئے ہیں۔

(vii) قال ابو جعفرؑ

"ان رسول اللّٰہ افضل الراسخین فی العلم فقد علم جمیع ما انزل اللّٰہ علیہ من التاویل و التنزیل و ما کان اللّٰہ لینزل علیہ شیئا لم یعلمہ التاویل و اوصیائہ من بعدہ یعلمونہ کلہ " (۲۱)

امام صادقؑ نے فرمایا بے شک رسول اکرمؐ راسخین فی العلم میں سے سب سے افضل ہیں پس وہ یقیناً اللہ نے جو کچھ تاویل و تنزیل میں سے ان پر جو نازل فرمایا جانتے تھے اور اللہ نے کوئی ایسی چیز نازل نہیں فرمائی جسکی تاویل وہ نہ جانتے تھے

اور انکے اولیاء ان کے بعد سب کچھ جانتے ہیں ۔

(viii) قال محمد الباقرؑ

ظاھرہ تنزیل و باطنہ تاویل ..." (۲۲)

امام باقرؑ نے فرمایا قرآن کا ظاہر تنزیل ہے اور اس کا باطن تاویل ہے ۔

(xi) قال علیؑ

" ما نزلت علی رسول اللّٰہ آیۃ من القرآن الا اقرانیھا و املاھا علی و کتبتھا بخطی و علمنی تاویلھا و تفسیرھا .... " (۲۳)

حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہؐ پر قرآن کی کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو انہوں نے میرے سامنے نہ پڑھی ہو اور مجھے نہ لکھائی ہو ۔ میں نے ہر آیت اپنے ہاتھ سے لکھی اور رسول اللہؐ نے مجھے ہر آیت کی تفسیر و تاویل بتائی ۔

تاویل کے بارے میں اقوال علماء اور قرآن و روایات میں اس کے استعمال کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ تاویل قرآن سے مراد قرآنی الفاظ کے پیچھے چھپے ہوئے وہ مفاہیم و حقائق ہیں جو مراد الٰہی ہیں اور جن کی طرف یہ الفاظ اشارہ کرتے ہیں ۔

لیکن اگر ہم تفسیر و تاویل کے مذکورہ استعمالات اور معانی پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر و تاویل میں بنیادی طور پر کوئی جوہری فرق نہیں تاہم عصر حاضر میں اصطلاحاً تاویل خلاف ظاہر معنی مراد لینے کے لیے استعمال ہونے لگا ہے اور شاید اس کی ضرورت بھی متشابہات میں پڑتی ہے' جنہیں محکمات کی طرف پلٹا کر ایک طرح سے ظہور اخذ کیا جاسکتا ہے ۔

چند اہم امور

تفسیر و تاویل کے حوالے سے یہ امور نہایت اہم ہیں ۔

الف -- کیا قرآن حکیم کی تفسیر و تاویل عام انسانوں کے مقدور میں ہے ؟

ب -- کیا اصلاً اس کام کی ضرورت بھی ہے ؟

ج -- اگر مقدور ہے تو کس حد تک ؟

د -- ایک حقیقی مفسر قرآن کی شرائط کیا ہیں ؟

لیکن اس سے پہلے کہ ہم ان امور پر بلاواسطہ بحث کریں اس سلسلے میں ان مسائل پر تحقیق ضروری ہے جو مختلف نظریات رکھنے والے علماء کی جانب سے اٹھائے گئے ہیں اور جن کے بارے میں کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ہم مذکورہ بالا امور پر اظہار رائے نہیں کر سکتے ۔ یہی تحقیق آخر کار مندرجہ بالا امور کے بارے میں گرہ کشا ثابت ہو سکتی ہے ۔ وہ مسائل یہ ہیں :

(i) -- محکم و متشابہ سے مراد ۔

(ii) -- کیا علم تاویل خدا سے مختص ہے ؟
(iii) -- مقصودین بالا فہام کون ہیں ؟
(iv) -- حجیت ظواہر قرآن ۔
(v) -- بطون قرآن ۔
(vi) -- تفسیر بالرائے ۔

محکم و متشابہ

محکم و متشابہ کے بارے میں اہل علم کے نظریات مختلف ہیں ۔

ابن عباس اور ابن مسعود کے نزدیک :

(i) ۔ **المحکم الناسخ و المتشابہ المنسوخ**

محکم ناسخ ہے و متشابہ منسوخ

مجاہد کہتے ہیں :

(ii) ۔ **المحکم ما لا یشتبہ معناہ و المتشابہ ما اشتبھت معانیہ**

محکم وہ جس کے معانی مشتبہ نہیں اور متشابہ وہ ہے جس کے معانی مشتبہ ہیں ۔

ابن زبیر و ابو علی کی رائے :

(iii) ۔ **المحکم ما لا یحتمل الا وجھا واحدا و المتشابہ ما یحتمل الوجھین فصاعداً**

محکم وہ ہے جس میں صرف ایک ہی معانی کا احتمال ہوتا ہو اور متشابہ میں دو یا دو سے زیادہ معانی کا احتمال ہوتا ہے۔

ابن زید کی رائے میں :

(iv) ۔ **المحکم ھو الذی لم تتکر الفاظہ و المتشابہ المتکرر الالفاظ**

محکم وہ ہے جس کے الفاظ میں تکرار نہیں لیکن متشابہ کے الفاظ مکرر ہوتے ہیں ۔

جابر بن عبداللہ کی رائے کے مطابق :

(v) ۔ **المحکم ما یعلم تعیین تاویلہ و المتشابہ ما لا یعلم تعیین تاویلہ**

محکم وہ ہے جس کی تاویل تشخص اور معین طور پر معلوم ہو اور متشابہ وہ ہے جس کی تاویل معین اور مشخص طور پر معلوم نہ ہو ۔

شیخ طوسی فرماتے ہیں :

(vi) ۔ **المحکم ما انبا لفظہ عن معناہ من غیر اعتبار امر ینضم الیہ سوا کان اللفظ لغویاً اور عرفیاً و لا یحتاج ضروب من التاویں .... و المتشابہ ما کان**

المراد به لا یعرف بظاہرہ بل یحتاج الی دلیل و ذالک ما کان محتملا لامور کثیرۃ اوامرین و لا یجوز ان یکون الجمیع مراداً فانه من باب المتشابه و انما سمی متشابها لا شتباہ المراد منه (۲۴)

محکم وہ ہے جس میں لفظ معنی کی خبر دیتا ہے بغیر اس کے کہ کسی اور چیز سے مدد حاصل کی جائے چاہیے لفظ لغوی ہو یا عرفی ہو اور کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں رہتی ..... اور متشابہ وہ ہے جس کے ظاہر سے "مراد" سمجھی نہیں جاسکتی بلکہ مراد سمجھنے کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت پڑتی ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اس میں بہت سے معانی یا کم ازکم دو معانی محتمل ہوتے ہیں اور تمامی معانی "مراد" نہیں ہوسکتے پس یہ متشابہ ہے اس کو اسی لیے متشابہ کہا گیا ہے کہ اس میں "مراد" مشتبہ ہوتی ہے ۔

علامہ طبرسی کی نظر میں :

(vii) ۔ **المحکم ما علم المراد بظاہرہ من غیر قرینه تقترن الیه و لا دلالة تدل علی المراد به لو ضوحه .... و المتشابه مالا یعلم المراد بظاہرہ حتٰی یقترن به ما یدل علی المراد** (۲۵)

محکم وہ ہے جس کے ظاہر ہی سے بغیر کسی قرینے کی ضرورت کے، اس کا مفہوم سمجھا جاسکتا ہے اور وہ اتنا واضح ہوتا ہے کہ اس کے مفہوم کے ادراک کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی ... اور متشابہ کے ظاہر سے اس کا مفہوم اور مطلب سمجھا نہیں جا سکتا بلکہ اس کے لیے اس کے مطلب اور مراد پر دلیل چاہیے ۔

(viii) ۔ **و المتشابه من القرآن ما اشکل تفسیرہ لمشابهته بغیرہ اما من حیث اللفظ او من حیث المعنی ... و حقیقته ذلک ان الایات عند اعتبار بعضها ببعض ثلاثه اضرب ۔ محکم علی الاطلاق و متشابه علی الاطلاق و محکم من وجه متشابه من وجه ۔ فالمتشابه فی الجملة ثلاثه اضرب : متشابه من جهه اللفظ فقط و متشابه من جهة المعنی فقط و متشابه من جهتهما و المتشابه من جهة اللفظ ضربان** ... (۲۶)

اور قرآن میں سے متشابہ وہ ہے جس کی تفسیر اس لیے مشکل ہوتی ہے کہ وہ لفظ یا معنی کے اعتبار سے دوسری چیزوں سے متشابہ ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جب آیت قرآنی کو ایک دوسرے کے مقابلے میں دیکھا جائے تو ان کی تین قسمیں ہیں (۱) علی الاطلاق محکم، (۲) علی الاطلاق متشابہ (۳) ایک پہلو سے محکم اور ایک پہلو سے متشابہ تیسری قسم کی مزید آگے تین قسمیں بنتی ہیں (i) صرف لفظ کے لحاظ سے متشابہ (ii)

صرف معنی کے لحاظ سے تشابہ (iii) لفظ اور معنی دونوں کے لحاظ سے تشابہ اسی طرح سے بالحاظ لفظ تشابہ کی مزید دو قسمیں بنتی ہیں۔

امام احمد کے نزدیک:

(ix) - **ان المتشابه ما یحتاج الی بیان و المحکم خلافه** (۲۷)

متشابہ بیان کا محتاج ہوتا ہے اور محکم اس کے برعکس۔

مرزاقمی کہتے ہیں:

(x) - **المراد من المتشابه هو ما لم یتضح دلالته بان یصیر السامع متردداً لاجل تعدد الحقائق و لاجل خفاء القرینة المعینة للمجاز لتعدد المجازاة .... اما للقطع بالمراد و الظهور المعهود الذی یقتضی العقلا و ارباب اللسان فهو محکم** (۲۸)

متشابہ سے مراد وہ ہے جس کی دلالت واضح نہ ہو یہاں تک کہ سامع اسکے معانی کی کثرت اور مجازی معانی کو حقیقت سے الگ کرنے والے قرینے کی عدم موجودگی کی وجہ سے اصل معنی کے سمجھنے میں تردد کا شکار ہوجاتا ہے لیکن جس کی مراد قطعی ہو اور جو اپنے عقلاء کے نزدیک اپنے معنی میں ظہور رکھتا ہو اور ارباب لسان بھی اسے قبول کرتے ہوں وہ محکم کہلاتا ہے۔

!! - اخباری علماء کے نزدیک پورا قرآن ہی ہمارے لیے متشابہ ہے لہٰذا اس پر عمل تفسیری روایات کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن (جلد - ۳) میں محکم و متشابہ کی بیس تعاریف بیان کی ہیں جبکہ علامہ طباطبائی نے تفسیر المیزان (جلد - ۳) میں اس بارے میں سولہ اقوال نقل کیے ہیں اور ہر ایک کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ علامہ زرکشی نے بھی برہان میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے۔

محکم و متشابہ کی تعریف میں جو اقوال ذکر کیے گئے ہیں ان میں سے بیشتر قریب الافق ہیں۔

(مثلاً (ii)، (iii)، (vi)، م(vii)، (xi) اور (x) انہیں ایک دوسرے کی طرف پلٹایا جاسکتا ہے۔ پہلا قول متشابہ آیات کے ایک پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ گیارہویں قول کے بارے میں ہم نے مقصودین بالافہام کے زیر عنوان الگ سے بحث کی ہے۔

ان سب اقوال کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ہر وہ آیت محکم ہے جسے سنتے ہی انسان اس کے درست معانی کو پالے جبکہ متشابہات اس کے برعکس ہیں۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ محکم و متشابہ کے سلسلے میں قرآنی آیات بھی مختلف مطالب کی حامل ہیں۔ بعض آیات تو پورے قرآن کو محکم قرار دیتی ہیں جیسے یہ آیت:

" كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ " (۲۹)

وہ کتاب ہے جسکی آیتیں ایک واقف کار حکیم کی طرف سے (دلائل سے) خوب مستحکم کر دی گئی ہیں۔

جبکہ ایک اور آیت پورے قرآن کو متشابہ دیتی ہے ارشاد ہوتا ہے:

" كِتَاباً مُتَشَابِهاً مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ ... " (۳۰)

کتاب جسکی آیتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں ایک بات کئی کئی بار دہرائی گئی ہے۔

حالانکہ ذیل کی آیت آیات قرآن کو محکم اور متشابہ دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔

" مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَ أُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ...." (۳۱)

اس میں بعض آیتیں تو محکم (بہت صریح) ہیں وہی عمل کرنے کے لیے اصل (بنیاد) اور کچھ متشابہ ہیں۔

اس سلسلے میں علامہ طباطبائی نے نہایت عمدہ گفتگو کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

پہلی آیت سے مراد یہ ہے کہ قرآن کی تمام آیات عیب و نقص سے خالی ہیں اور محکم و متین ہیں، جبکہ دوسری آیت کا معنی یہ ہے کہ بیان حقائق، اعجاز اور ہدایت کے لحاظ سے قرآن کی سب آیات یکساں ہیں اور ایک دوسرے سے شباہت رکھتی ہیں۔ آخری آیت میں محکم و متشابہ ایک دوسرے کے مقابلے میں ذکر ہوئے ہیں لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی کچھ آیات محکم اور کچھ متشابہ ہیں۔ یعنی یہاں احکام و تشابہ کا معنی پہلی دو آیات سے مختلف ہے۔ آیت میں محکمات کو "ام الکتاب" کہا گیا ہے۔ "ام" اسے کہتے ہیں جس کی طرف رجوع کیا جائے یہاں مراد یہ ہے کہ متشابہات محکمات کی طرف پلٹتی ہیں۔ آیت میں یہ بھی آیا ہے کہ جن لوگوں کے دل ناپاک اور فتنہ جو ہیں وہ ان متشابہ آیات کی غلط تاویل کرتے ہیں۔

اس آیت سے مجموعی طور پر یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ آیت میں تشابہ اس وقت پایا جاتا ہے جب محض اس کے سننے سے مراد کو درست سمجھا نہ جا سکے اور وہ دو یا دو سے زیادہ معانی پر دلالت کر رہی ہو یہاں تک کہ اسے محکمات کی طرف پلٹایا جائے تاکہ مراد واضح ہو۔

مثلاً آیت۔ " الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى " کے سننے سے درست مراد سمجھ میں نہیں آتی لیکن جب " ليس كمثله شئ " کی طرف رجوع کیا جائے تو اطمینان ہو جاتا ہے کہ مراد مکانی تسلط استیلاء نہیں کہ جس سے تجسیم لازم آتی ہو بلکہ مراد مخلوق پر احاطہ ہے۔ اسی طرح آیت " اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ " کو جب " لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ " کی طرف پلٹایا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ پہلی آیت سے مراد نگاہ حسی نہیں۔ (۳۲)

روایات

محکمات و متشابہات کا فرق جاننے کے لیے روایات بھی ہماری مدد کرتی ہیں ۔ ان میں سے ہم چند ایک کو ذیل میں درج کرتے ہیں :

۱ -- قال الصادقؑ

" المحکم ما یعمل به و المتشابه الذی یشبه بعضه بعضا " (۳۳)

محکم وہ ہے جس پر عمل کیا جائے اور متشابہ وہ ہے جس کا کچھ حصہ دوسرے سے متشابہ ہو ۔

۲ -- و عنه ایضاً

" المتشابه ما اشتبه علی جاهله " (۳۴)

متشابہ وہ ہے جو لاعلم پر مشتبہ ہو جائے ۔

۳ -- و عنه ایضاً

" المحکم فنومن به و نعمل به و ندین به و المتشابه فنومن به و لا نعمل به " (۳۵)

محکم وہ ہے جس پر ہم ایمان لاتے ہیں عمل کرتے ہیں اور اس کی پابندی کرتے ہیں جبکہ متشابہ پر ایمان لاتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے ۔

۴ -- قال علی المرتضیٰؑ

" و اما المتشابه من القرآن فهو الذی انحرف منه متفق اللفظ مختلف المعنی مثل قوله عزوجل " یضل اللّٰه من یشاء و یهدی من یشاء " فنسب الضلالة الی نفسه فی هذا الموضوع و هذا ضلالهم عن طریق الجنة بفعلهم .... " (۳۶)

حضرت علی نے فرمایا ۔ لیکن متشابہ قرآن وہ ہے جو ہٹ گیا ہو (گویا) لفظ میں ایک ہی ہو لیکن معنی میں مختلف ہو جیسے اللہ عزوجل کا فرمان ہے "اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے " تو پس یہاں گمراہی کی نسبت اللہ کی ذات کی جانب ہے یہ گمراہی (دراصل) انسانوں کے اپنے افعال کے باعث جنت سے ہے ۔

۵ -- قال الرضاؑ

" من رد متشابه القرآن الی محکمه هدی الی صراط مستقیم " (۳۷)

جس نے قرآنی متشابہات کو محکمات کی طرف پلٹا دیا اس نے راہ راست کی ہدایت پائی۔

ان روایات سے درج ذیل امور اخذ کیے جا سکتے ہیں ۔

الف ۔ تشابہ قابل ارتفاع ہے اور محکم کی طرف پلٹانے سے تشابہ ختم ہو جاتا ہے لہٰذا قرآن کی سب آیات یا تو بلاواسطہ محکم ہیں یا بالواسطہ اور یہی نظریہ علامہ طباطبائی کا بھی ہے ۔ (۳۸)

ب ۔ متشابہات نسبی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دقت نظر اور صلاحیت و معرفت کے لحاظ سے قرآن کی طرف رجوع کرنے والے ایک سطح کے نہیں ہوتے۔ لہٰذا ہر شخص متشابہات کو محکمات کی طرف پلٹانے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتا اور جو رکھتے ہیں وہ بھی ایک درجے میں نہیں ہیں ۔

ج ۔ بعض روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ متشابہات کا تعلق نظری امور سے ہے ، عملی سے نہیں لہٰذا قرآن میں عمل کی دعوت میں کوئی تشابہ نہیں ۔

حوالہ جات

(۱) قاموس القرآن
(۲) لسان العرب
(۳) المنجد
(۴) فرقان :۳۳
(۵) مفردات القرآن
(۶) التبیان فی تفسیر القرآن ج ۔ ۱ ، ص ۔ ۳۹۹ و حقائق التاویل
(۷) تفسیر المیزان ج ۔ ۳ ، ص ۔ ۴۹
(۸) تفسیر صافی ج ۔ ۱ ، ص ۔ ۳۰
(۹) آل عمران ۔ ۷
(۱۰) الاعراف ۔ ۵۳
(۱۱) الاعراف ۔ ۵۳
(۱۲) یونس ۔ ۳۹
(۱۳) یوسف ۔ ۶
(۱۴) النساء ۔ ۲۶
(۱۵) بصائر الدرجات
(۱۶) بحار الانوار ج ۔ ۶۷ ، ص ۔ ۱۷۴
(۱۷) مدرک سابق
(۱۸) اصول کافی
(۱۹) مدرک سابق
(۲۰) محاسن برقی
(۲۱) تفسیر قمی
(۲۲) نور الثقلین
(۲۳) التبیان ج ۔ ۲ ، ص ۔ ۳۹۵
(۲۴) التبیان فی تفسیر القرآن ج۔ ۲ ،ص ۔ ۶
(۲۵) مجمع البیان ج۔ ۱ ، ص ۔ ۳۰
(۲۶) مفردات القرآن
(۲۷) تفسیر المیزان ج ۔ ۳
(۲۸) قوانین الاصول ص ۔ ۳۸۱
(۲۹) ہود : ۱
(۳۰) الزمر:۲۳
(۳۱) آل عمران :۷
(۳۲) تفسیر المیزان ج ۔ ۳ ، ص ۔ ۲۰
(۳۳) تفسیر صافی مقدمہ رابعہ ص۔ ۲۷
(۳۴) مصدر سابق
(۳۵) مصدر سابق
(۳۶) بحار الانوار ج ۔ ۹۳ ، ص ۔ ۱۲
(۳۷) بحار الانوار ج ۔ ۹۲ ، ص ۔ ۳۷۷
(۳۸) تفسیر المیزان ج ۳ ص ۲۱